# سیرت نبی اکرم ﷺ

یہ بیان نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مبارکہ کے موضوع پر ۱۲/ ربیع الاول ۱۴۳۲ھ بروز بدھ بعد نماز مغرب نوجوانوں کے ایک مجمع میں ہوا، جس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کا اجمالی خاکہ اور آپ کی زندگی کے چند نمایاں پہلو پیش کرنے کی امکانی کوشش کی گئی ہے۔

**تالیف**

**مولانا قاری مفتی محمد مسعود عزیزی ندوی**

**رئیس مرکز احیاء الفکر الاسلامی مظفر آباد، سہارنپور**

**ناشر**

دار البحوث والنشر

مرکز احیاء الفکر الاسلامی مظفر آباد، سہارنپور (یوپی)



بسم اللہ الرحمن الرحیم

سلسلہ مطبوعات مرکز احیاء الفکر الاسلامی........................(۲۳)

نام کتاب: سیرت نبی اکرم ﷺ

تالیف: مولانا قاری مفتی محمد مسعود عزیزی ندوی

صفحات: ۴۸/

تعداد: ۲۲۰۰/

قیمت: ۱۰/روپئے

باہتمام: حافظ عبد الستار عزیزی

سن اشاعت.......................... ۲۰۱۲ء م ۱۴۳۳ھ

کمپوزنگ: عزیزی کمپیوٹر سینٹر مرکز احیاء الفکر الاسلامی، مظفر آباد، سہارنپور

ناشر

**دار البحوث والنشر**

مرکز احیاء الفکر الاسلامی مظفر آباد، سہارنپور، یوپی (انڈیا)

ملنے کے پتے

☆ دار الکتاب، دیوبند سہارنپور (یوپی) ☆ نعیمیہ بک ڈپو، دیوبند، سہارنپور

☆ کتب خانہ یحیوی سہارنپور ☆ مکتبہ ندویہ، دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

☆ اتحاد بک ڈپو، دیوبند، سہارنپور ☆ الفرقان نیا گاؤں مغربی (نظیر آباد) لکھنؤ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

## درود شریف

اللّٰهم صل علی محمد وعلی آل محمد كما صليت علی ابراهيم وعلی آل ابراهيم انك حميد مجيد، اللّٰهم بارك علی محمدوعلی آل محمد كما باركت علی ابراهيم وعلی آل ابراهيم انك حميد مجيد

**يارب صل وسلم دائماً ابداً**
**علی حبيبك خير الخلق كلهم**



# فہرست مضامین


عرض حال: محمد مسعود عزیزی ندوی ........ ۴
مقدمہ: حضرت مولانا محمد اکرم صاحب ندوی ........ ۹
آج کے دن آفتاب نبوت طلوع ہوا تھا ........ ۱۲
ایک سورج دنیا کا ہے ........ //
اگر سورج نہ نکلے تو ہم پریشان ہوجاتے ہیں ........ ۱۳
ایک وہ سورج ہے جو ربیع الاول میں طلوع ہوا ........ //
آپ کے ذکر کی برکت ........ ۱۴
حضرت عبداللہ کے گھر ایک سورج طلوع ہوا ........ //
آپ کی پیدائش کے وقت دنیا میں کیا انقلاب رونما ہوا؟ ........ ۱۵
بچیوں کی پیدائش پر ناگواری اور ان کو زندہ درگور کرنے کا رواج ........ ۱۶
عام دنیا کی حالت اور جہالت ........ ۱۷
نبی کی آمد سے قبل دنیا میں اندھیرا ہی اندھیرا تھا ........ //
حضور صلی اللہ علیہ وسلم حلیمہ سعدیہ کے یہاں ........ ۱۸
چچا کے ساتھ شام کا سفر ........ ۱۹
حضرت خدیجہ مکہ کی ایک مالدار خاتون تھیں ........ ۲۰
حضرت خدیجہ سے نکاح ........ //
خانہ کعبہ کی دوبارہ تعمیر ........ ۲۱

جنت کا پتھر حجر اسود ........ //

اس پتھر کو کون اٹھا کر رکھے گا؟ ........ ۲۲

عربوں میں جنگ کرنا ایک عام بات تھی ........ //

صبح سویرے جو حرم میں پہلے آئے گا وہ رکھے گا ........ ۲۳

نبی اکرم کی ایک پیاری تدبیر ........ //

آپ کی بعثت ........ ۲۴

پہلی وحی اترنے کے وقت کے حالات ........ //

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا تسلی دینا ........ ۲۵

ورقہ بن نوفل کے یہاں ........ ۲۶

دوسری وحی سے دعوت کا عام حکم ........ //

دعوت حق کا آغاز ........ ۲۷

سب سے پہلے ابولہب نے مخالفت کی ........ ۲۸

اللہ تعالی جس کو جہاں چاہے پیدا کردے ........ ۲۹

اللہ تعالی جانتا ہے کہ رسالت کا مستحق کون ہے؟ ........ ۳۰

لا الہ الا اللہ کہہ دو کامیاب ہو جاؤ گے ........ //

محمد صلی اللہ علیہ وسلم ساری دنیا کیلئے نبی بنا کر بھیجے گئے ہیں ........ ۳۱

قبول اسلام کا سلسلہ ........ //

میرے ایک ہاتھ میں سورج اور دوسرے ہاتھ میں چاند رکھ دیں ........ ۳۲

سب سے پہلے حبشہ کی طرف ہجرت کا حکم ہوا ........ ۳۳

شعب ابی طالب میں ........ //







واقعہ معراج ........ ۳۴

مدینہ کی طرف ہجرت ........ //

مدینہ والوں کا ایثار ........ ۳۵

بدر کی فیصلہ کن جنگ ........ ۳۶

بادشاہوں کے نام خطوط ........ ۳۷

فتح مکہ ........ ۳۸

غزوات اور اسلامی جنگیں ........ ۳۹

صحابہ کو اعزاز ........ ۴۰

صحابہ کرام کی جدوجہد ........ ۴۱

یہ دین بڑی محنتوں اور قربانیوں کے بعد ہم تک پہنچا ........ //

حضرت فاطمہ کی درخواست پر ایک عجیب نسخہ ........ ۴۲

نبی کی زندگی ہمارے لئے اسوہ ہے ........ //

نبی کی زندگی کا ہر گوشہ ہمارے سامنے ہے ........ ۴۳

نبی کی گھریلو زندگی کا دین لوگوں تک کیسے پہنچا؟ ........ ۴۵

نبی کا ہر عمل محفوظ ہے ........ //

آج کے دن دین مکمل ہو گیا ہے ........ ۴۶

نبی کی آخری وصیت ........ ۴۷

آپ کی وفات ........ //

سیرت نبی اکرم پر مختصر روشنی ........ ۴۸

بسم اللہ الرحمن الرحیم

# عرض حال

مرکز احیاء الفکر الاسلامی کی جامع مسجد میں ادھر کئی سالوں سے ہر ہفتہ بدھ کو بعد نماز مغرب ایک اصلاحی اور دعوتی پروگرام ہوتا ہے، جس میں نوجوان خاص طور سے اور دیگر مسلمان عام طور سے شریک ہوتے ہیں، حسن اتفاق کہ ایک بدھ کو ۱۲؍ربیع الاول آیا، ۱۲؍ربیع الاول کے سلسلہ میں یہ روایت مشہور ہے کہ اس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت ہوئی، اس لئے اس دن کی مناسبت سے سیرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے موضوع پر بیان کرنے کا ارادہ کیا، چنانچہ یہ بیان ۱۲؍ربیع الاول ۱۴۳۲ھ مطابق ۱۶؍فروری ۲۰۱۱ء بروز بدھ بعد نماز مغرب عوام کے ایک مجمع کی موجودگی میں ہوا، مغرب بعد عشاء کی اذان تک وقت تھوڑا تھا، اس بنا پر اس مختصر بیان میں کوشش کی گئی ہے کہ سیرت نبویؐ کا اجمالی خاکہ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے چند نمایاں پہلو سامنے آجائیں، یہ ایک ادنی سی کوشش ہے، کہاں تک اس ذمہ داری سے عہدہ برآ ہوسکا، اس کو قارئین خود بتلائیں گے۔

بیان ریکارڈ کرلیا گیا تھا، جس کو عزیزم مولوی سید محمد فاروق ندوی نے صفحۂ قرطاس پر نقل کردیا، اس لئے دل میں داعیہ پیدا ہوا کہ اگر اس بیان کو ''سیرت نبی اکرم'' کے نام سے شائع کردیا جائے تو مختصر ہونے کی بنا پر بہت سوں کے لئے مفید ہوگا اور اپنے لئے بھی سعادت کی بات ہوگی، کہ نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کے سیرت نگاروں



کی مقدس جماعت میں اس گنہگار کا بھی شمار ہوجائے گا، اور اس امید میں بھی کہ اللہ تعالی کے فضل خاص سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کا مستحق ہوجاؤں گا، جو بڑی کامیابی ہوگی، انشاء اللہ تعالی۔

عزیزم مولوی حمید اللہ قاسمی نے اس کو مزید دلچسپ بنانے کے لئے ذیلی عناوین لگادئے اور قرآنی آیات کی تخریج کردی، پھر سلیقے سے کمپوز کیا، اللہ تعالی ان کو جزائے خیر عطا فرمائے، اس کمپوز شدہ بیان کو راقم رمضان کے اخیر عشرہ میں تکیہ کلاں رائے بریلی لے کر حاضر ہوا، وہاں آکسفورڈ یونیورسٹی انگلینڈ کے اسلامک سینٹر کے ذمہ دار، ایک بڑے محقق، عالم دین جناب حضرت مولانا محمد اکرم صاحب ندوی سے ملاقات ہوگئی، انہوں نے اس بیان کو من وعن پڑھ کر تصویب فرمائی اور بعض چیزوں کی نشاندھی فرما کر تصحیح بھی فرمائی اور اس پر ایک جاندار مقدمہ تحریر فرمایا، اللہ تعالی ان کو اپنی شایان شان اجر عظیم عطا فرمائے۔

اب افادۂ عام کی خاطر اس کو قارئین کی خدمت میں پیش کیا جارہا ہے، اس گزارش کے ساتھ کہ وہ راقم کے لئے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالی صاحب سیرت کی برکت سے صاحب بیان کو اپنے مقبول بندوں میں شامل فرما کر ایمان کامل پر خاتمہ بالخیر نصیب فرمائے، اور اس رسالے کو بھی اللہ تعالی قبول فرمائے اور ہم سب کو عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

والسلام

محمد مسعود عزیزی ندوی
رئیس مرکز احیاء الفکر الاسلامی
مظفر آباد، سہارنپور (یوپی)

۶ ذی قعدہ ۱۴۳۳ھ
مطابق ۲۴؍ستمبر ۲۰۱۲ء
بروز پیر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# مقدمہ

## حضرت مولانا محمد اکرم صاحب ندوی

## آکسفورڈ یونیورسٹی، انگلینڈ

الحمدللہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی رسولہ محمد وعلی آلہ وصحبہ اجمعین۔

اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے محض اپنے فضل وکرم سے اس سال رمضان مبارک میں استاذ محترم ومخدوم معظم حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی صاحب دامت برکاتہم کی صحبت میں تکیہ کلاں رائے بریلی کی تاریخی مسجد میں اعتکاف کی توفیق دی، معتکفین کی کثیر تعداد کے علاوہ ہر وقت یہاں زائرین ومستفیضین کا ہجوم رہتا ہے، اس کی وجہ اس مسجد سے وابستہ بندگان خدا کی دعوت وعزیمت اور تعلیم وجہاد کے وہ کارنامے ہیں، جن کے اثرات وبرکات سے ہندوستان کا ہر گوشہ فیضیاب ہوا۔

جن علماء وصالحین سے یہاں ملاقات کا شرف حاصل ہوا، ان میں ایک اہم شخصیت حضرت مولانا محمد مسعود عزیزی ندوی مدظلہ کی ہے، ان کی علمی وتصنیفی اور دعوتی خدمات سے کئی سالوں سے واقفیت ہے، لیکن ملاقات اور ذاتی تعارف کا موقع



آج ملا، مولانا نے استاذ محترم حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی دامت برکاتہم اور دیگر اکابر علماء کی سرپرستی میں ۱۴۲۱ھ میں سہارنپور کے ایک قصبہ مظفرآباد میں مرکز احیاء الفکر الاسلامی کے نام سے ایک تعلیمی ودعوتی ادارہ قائم کیا، جس نے مولانا کی پرخلوص جدوجہد کی برکت سے بہت جلد شہرت حاصل کر لی، اور عام علماء نے اس مرکز کے مختلف تعلیمی، تصنیفی اور دعوتی شعبوں کی کارکردگی اور فعالیت کو سراہا۔

مولانا محمد مسعود عزیزی ندوی صاحب ایک کامیاب منتظم، فیض رساں مدرس، مخلص ومتواضع داعی اور خوش بیان مبلغ ہیں، موصوف تصنیف وتالیف اور خطابت کے ذریعہ فکر اسلامی کے احیاء، مسلم نوجوانوں کی صحیح ذہن سازی اور عام مسلمانوں کی اصلاح وتربیت میں ہمہ تن مشغول ہیں، مولانا کی تصنیفات کی فہرست کافی طویل ہے، تعلیمی واصلاحی مسائل پر فکری وعلمی تحریرات پیش کرنے کے علاوہ موصوف نے سوانح نگاری وسیرت نگاری میں بھی نمایاں مقام پیدا کیا ہے، اپنے علاقہ کے متعدد علماء ومصلحین کی سوانح لکھ کر علم کی زبردست خدمت کی ہے اور یہ تصنیفات اہل علم وادب سے خراج تحسین حاصل کر چکی ہیں۔

فن خطابت میں بھی مولانا نے اپنی اہمیت تسلیم کروالی ہے، مولانا کے خطبات کے کئی اہم مجموعے شائع ہو چکے ہیں، پیش نظر کتابچہ مولانا کی ایک تقریر ہے، جس میں بڑے دلآویز انداز سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت وعظمت دلوں میں بٹھانے کی کوشش کی گئی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر باعث خیر وبرکت وذریعہ ہدایت ونجات ہے، علما کی ایک اہم ذمہ داری یہ ہے کہ نئی نسلوں کو مختلف عنوانات سے سیرت طیبہ سے مربوط رکھیں، سیرت کی اشاعت کریں، اطاعت رسول کا جذبہ

پیدا کریں، اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اہل بیت واصحاب کے متعلق جہالتوں اور غلط فہمیوں کا ازالہ کریں، یہ مختصر رسالہ ان تمام مضامین کا جامع ہے۔

اللہ تعالی سے دعا ہے کہ اس کتابچہ کو قبولیت سے نوازے، عام مسلمانوں کو اس سے استفادہ کی توفیق دے اور مصنف حفظہ اللہ کو اس خدمت پر جزائے خیر دے، ان کے کاموں میں برکت دے اور ان کی علمی ودعوتی کوششوں کی افادیت عام کرے، آمین۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین، والصلاۃ والسلام علی رسولہ محمد وعلی آلہ وصحبہ اجمعین۔

وکتبہ

محمد اکرم الندوی — نزیل تکیہ کلاں رائے بریلی

آکسفورڈ یونیورسٹی، انگلینڈ — بروز جمعہ ۲۸ ؍رمضان ۱۴۳۳ھ



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# سیرت نبی اکرم ﷺ

## آج کے دن آفتاب نبوت طلوع ہوا تھا

محترم دوستو! اور میرے دینی وایمانی بھائیو! آج کا دن تاریخی اعتبار سے ایک عظیم الشان دن ہے، جس دن کی شاید کم لوگوں کو اہمیت اور حقیقت معلوم ہو، انسانی تاریخ میں جب بھی کوئی بڑا اور اہم واقعہ رونما ہوتا ہے تو اس کی تاریخی حیثیت بڑھ جاتی ہے، آج ربیع الاول کی بارہ تاریخ ہے، آج کے دن دنیائے انسانیت کا بلکہ عالمی نبوت کا ایک سورج طلوع ہوا تھا، اس لئے یہ تاریخ انسانیت کا سب سے روشن اور مبارک دن ہوا۔

## ایک سورج دنیا کا ہے

ایک یہ سورج ہے، جو روزانہ طلوع ہوتا ہے، روزانہ نکلتا ہے، اس سے دنیا میں ہمیں روشنی ملتی ہے، اس کی اہمیت بھی نہیں رہی، کسی کو معلوم بھی نہیں کہ کس وقت نکل رہا ہے، کس وقت غروب ہو رہا ہے، یہ پتہ نہیں کہ کتنے بڑے نظام کے تحت چل رہا ہے، اور کیا اس کے فوائد ہیں، اس کا کچھ پتہ نہیں کہ یہ کتنا اونچا ہے اور کتنا بڑا ہے؟ اونچائی اس کی ہماری زمین سے پندرہ کروڑ کلومیٹر دور ہے، اور بڑا ہماری زمین سے

یہ اتنا ہے کہ ہماری زمین جیسی تیرہ لاکھ زمینیں اس میں سما سکتی ہیں، ہماری زمین سورج کے مقابلہ میں ایک تنکا ہوگی، ایک ذرہ ہوگی، سورج اتنا لمبا چوڑا ہے۔

## اگر سورج نہ نکلے تو ہم پریشان ہوجاتے ہیں

اگر سورج نہ نکلے تو ہم لوگ پریشان ہوجاتے ہیں، دو دن نہ نکلے، سردی میں نہیں نکلتا، دسمبر میں اور جنوری میں نہیں نکلتا یا نظر نہیں آتا تو حالت خراب ہوجاتی ہے، اور جب مئی، جون میں نکلتا ہے تو دس، گیارہ بجے ہی چھتری یا رومال سر پر ڈھکنا پڑجاتا ہے، اور بغیر جوتوں کے زمین پر یا سڑک پر چلنا مشکل ہوجاتا ہے، اور اگر مسجد بڑی ہو، صحن بڑا ہو، وضوخانہ ذرا صحن سے باہر ہو اور وضو کرکے ظہر کی نماز پڑھنے جاویں تو پیر جل جاتے ہیں، پھک جاتے ہیں، حالانکہ وہ زمین سے پندرہ کلومیٹر، پندرہ ہزار کلومیٹر، پندرہ لاکھ کلومیٹر نہیں بلکہ پندرہ کروڑ کلومیٹر دور ہے، اور اس کی روشنی یہاں دنیا میں ساڑھے آٹھ منٹ میں پہنچ رہی ہے، اور رفتار اس روشنی کی ایک سیکنڈ میں تین لاکھ کلومیٹر کی ہے، اس سورج کی ہمیں اہمیت معلوم نہیں ہے، حالانکہ پوری زمین اور زمین پر رہنے والی ہر چیز اس سے فائدہ اٹھارہی ہے، مگر اس کا فیض محدود ہے۔

## ایک وہ سورج ہے جو ربیع الاول میں طلوع ہوا

دراصل ہمیں بتلانا ہے کہ ایک سورج اور ہے جو ماہ ربیع الاول میں طلوع ہوا تھا، کب طلوع ہوا تھا وہ؟ اب سے کتنے سال پہلے؟ چودہ سو سال سے زیادہ ہوگئے، چودہ سو بتیس تو ہجرت کا سال چل رہا ہے، حضور کی پیدائش سے ہجرت تک ترپن سال اور لگاؤ، چودہ سو پچاسی ہوگئے، اور آپ کے لئے حساب لگانا آسان ہوجائے



گا، اس طرح سمجھئے کہ ۲۲/ اپریل ۵۷۱ء میں طلوع ہوا تھا، کہاں ہوا تھا وہ سورج طلوع؟ مکہ میں، کون تھا وہ؟ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، اللہ کا آخری پیغمبر، یہ دنیا کا سورج یہاں چھت کے نیچے روشنی نہیں پھیلاتا، لیکن وہ سورج ایسا ہے کہ اس نے زمین کے نیچے، آسمان کے اوپر، پوری کائنات میں، سمندر میں، بحر و بر میں اور پہاڑوں پر، زمین کی تہوں میں روشنی پہنچائی، اس لئے آج کا دن بہت مہتم بالشان دن ہے، کیونکہ اس دن میں جو عظیم پیغمبر آیا، خدا کی قسم یہ ہمارا اور آپ کا ایمان اسی پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا صدقہ ہے، اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم نہ ہوتے تو معلوم نہیں ہم کس مندر میں گھنٹی بجاتے ہوئے ہوتے۔

## آپ کے ذکر کی برکت

آج اسی نبی برحق اور آخری رسول کا تذکرہ ہوگا، اس لئے کہ آپ کا تذکرہ کرنا باعث خیر، آپ کا ذکر کرنا باعث شفاعت، آپ کا ذکر کرنا روح کے لئے تسلی، آپ کا ذکر کرنا آنکھوں کے لئے ٹھنڈک، آپ کا ذکر کرنا نسلوں کے لئے نجات اور فلاح کا ذریعہ ہے، اس لئے کہ ساری کائنات کو روشنی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملی ہے، ہم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ و طفیل میں صاحب ایمان ہیں۔

## حضرت عبداللہ کے گھر ایک سورج طلوع ہوا

۲۲/ اپریل ۵۷۱ء میں ربیع الاول کی ۱۲/ تاریخ (۱) کو صبح صادق کے وقت آسمان

---

(۱) حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب کاندھلوی نے لکھا ہے کہ ایک قول ۸/ ربیع الاول ۴۲ سنہ کسروی کا ہے اور دوسرا ۱۲/ ربیع الاول کا ہے، حضرت مولانا محمد رابع حسنی ندوی نے ۹/ ربیع الاول پیر کا دن لکھا ہے، بہرحال ماہ اور دن میں تو کسی کو اختلاف نہیں، البتہ تاریخ میں اختلاف ہے۔

کے افق پر ایک سورج طلوع ہونے والا تھا اور ایک سورج حضرت آمنہ کی گود میں، عبدالمطلب کے آنگن میں، حضرت عبداللہ کے گھر میں طلوع ہو رہا تھا، اس وقت زمین پر رہنے والے انسانوں کی کیا حالت تھی؟ عربوں کی کیا حالت تھی؟۔

## آپ کی پیدائش کے وقت دنیا میں کیا انقلاب رونما ہوا؟

اس وقت مکہ کی، مدینہ کی اور عرب کے لوگوں کی کیا حالت تھی؟ خود کعبۃ اللہ کے اندر تین سو ساٹھ بت رکھے ہوئے تھے، کونسا کعبہ؟ جو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بنایا تھا، کس کے لئے؟ تاکہ ایک اللہ کی عبادت ہو، تاکہ ایک خدا تعالیٰ کی پرستش ہو، تاکہ ایک وحدہ لاشریک، خالق کون ومکاں کی عبادت کی جاوے، اس میں کتنے بت رکھے تھے؟ تین سو ساٹھ، اور فارس کے اندر ایک ہزار سال سے مجوسیوں کی جو آگ جل رہی تھی وہ بجھ گئی، مجوسی کہتے ہیں ان لوگوں کو جو آگ کی عبادت کرتے ہیں، آگ پرست ہوتے ہیں، ان کے یہاں عقیدہ تھا کہ یہ آگ جلتی رہے گی، ایک ہزار سال سے وہ آگ بجھی ہی نہیں تھی، مستقل کارندے اس پر لگے ہوئے تھے اور وہ جل رہی تھی، جس صبح حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت ہوتی ہے، تو فارس کی وہ آگ بجھ جاتی ہے، کسریٰ اس وقت کا بڑی سپر پاور (SuperPower) تھا، جیسے اس وقت امریکہ کی پوزیشن ہے، اس وقت کسریٰ ایسی ہی پوزیشن میں تھا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ادھر پیدائش ہوتی ہے ادھر اس کے محل کے چودہ کنگرے ٹوٹ کر گر جاتے ہیں، یہ کیا چیز ہے؟ زمین پر یہ انقلاب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش سے رونما ہو رہا ہے۔





# بچیوں کی پیدائش پر ناگواری

# اور ان کو زندہ درگور کرنے کا رواج

بعثت سے قبل مکہ میں لڑکیوں کی کیا حیثیت تھی؟ جس کے یہاں بچی پیدا ہوجایا کرتی تھی، وہ پریشان ہوجایا کرتا تھا، اور آخر وہ اپنی بچی کو مارے شرم کے زندہ زمین میں دفن کردیا کرتا تھا، جس کو قرآن کریم نقل کرتا ہے: "وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِالْاُنْثٰی ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِيْمٌ يَتَوَارٰى مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوْءِ مَا بُشِّرَ بِهٖ، اَيُمْسِكُهٗ عَلٰى هُوْنٍ اَمْ يَدُسُّهٗ فِى التُّرَابِ، اَلَاسَاءَ مَا يَحْكُمُوْنَ"۔(۱)

اور جب انہیں لڑکی کی خوشخبری دی جاتی ہے، تو ان کا چہرہ فق پڑ جاتا ہے، اور اس لڑکی کی وجہ سے قوم سے اپنے آپ کو چھپاتا پھرتا ہے، اس غم کی وجہ سے کہ آیا اس لڑکی کو باقی رکھے یا زمین میں گاڑ دے، بری بات ہے یہ جس کا وہ فیصلہ کرتے ہیں۔

مکہ کے اندر اگر کسی کے یہاں کوئی لڑکی پیدا ہوجایا کرتی تھی تو وہ اپنے منہ کو چھپائے ہوئے پھرتا تھا کہ کوئی داماد بنے گا، میں کسی کا سسر بنوں گا، بڑی توہین کی بات ہے، عورتوں کو انتہائی گھٹیا چیز سمجھا جاتا تھا، بچی پیدا ہوگئی تو اس کو زندہ ہی دفن کردیا کرتے تھے، اسی لئے "وَاِذَا الْمَوْءُدَةُ سُئِلَتْ بِاَیِّ ذَنْبٍ قُتِلَتْ؟"(۲) قرآن میں اللہ تعالیٰ نے فرمادیا کہ قیامت کے دن پوچھا جائے گا کہ بچی تم کو کس جرم میں زندہ درگور کردیا گیا تھا؟ گاڑ دیا گیا تھا؟ ایک صاحب نے اپنا واقعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش فرمایا کہ اس کی بچی بڑی ہوگئی تھی، وہ اس کو لے کر جنگل

(۱) سورۂ نحل آیت ۵۸ (۲) سورۂ تکویر آیت ۸

کی طرف گیا، گڑھا کھودنے لگا، اس کو گڑھا کھودنے پر پسینہ آنے لگا، اس کی بچی اپنے دوپٹے سے اس کا پسینہ خشک کرنے لگی اور اپنے ابا کو بار بار ابا ابا کہہ کر پکارنے لگی کہ آپ یہ مشقت کا کام کیوں کر رہے ہیں؟ مگر اس نے معصوم کی ایک نہ سنی اور اس کو گڑھے میں دھکا دے کر دفن کر دیا، یہ اس طرح کا عام ماحول تھا۔

## عام دنیا کی حالت اور جہالت

عرب میں سود کا عام رواج تھا، بت پرستی تھی، لات ومنات اور عزی یہ بت تھے، یہ ان کے بھگوان تھے، اور طرح طرح کی جہالت تھی، ہندوستان میں خود جہالت تھی، شرک تھا، بت پرستی تھی، اور دنیا کے اندر جتنے بھی ملک ہیں، مشرقی رومی سلطنت ہو، یا ایرانی شہنشاہی، یورپ ہو یا اور کوئی خطہ، سب کی حالت خراب تھی، ہر جگہ گھٹا ٹوپ اندھیرا اور جان لیوا مایوسی تھی بلکہ ایک عالمگیر فساد برپا تھا، اللہ سے جو راستہ ملنے والا تھا، اس پر کوئی نہیں چل رہا تھا، پیغمبر حضرت عیسی علیہ السلام کو دنیا سے گئے ہوئے پانچ سو اکہتر سال ہو چکے تھے، حضرت عیسی علیہ السلام کی جو تعلیمات تھیں، وہ مٹ مٹا چکیں تھیں، دین مسیحی ایک بھول بھلیاں بن گیا تھا، حضرت مسیح کی تعلیمات پر عمل کرنیوالے سب ختم ہو چکے تھے۔

## نبی کی آمد سے قبل دنیا میں اندھیرا ہی اندھیرا تھا

غرضیکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کے وقت دنیا میں ہر طرف اندھیرا ہی اندھیرا تھا، اندھیرا روحانی اعتبار سے، اندھیرا وحدانیت کے اعتبار سے، اندھیرا مذہبیت کے اعتبار سے، ہر اعتبار سے اندھیرا ہی اندھیرا تھا، اللہ تبارک وتعالی کو سب



لوگ بھولے ہوئے تھے، خالق کائنات کو سب بھولے ہوئے تھے، اور خالق کائنات کو ہی نہیں بلکہ خود اپنے آپ کو بھولے ہوئے تھے، اور طرح طرح کی رنگ رلیوں میں اور خرافات میں سب ملوث تھے۔

## حضور صلی اللہ علیہ وسلم حلیمہ سعدیہ کے یہاں

عرب میں دستور تھا کہ دودھ پلانے والیاں گاؤں، دیہات میں بچوں کو لے جاتی تھیں اور کچھ پیسے کے عوض میں بچوں کو دودھ پلاتیں تھیں، ان کی تربیت بھی کرتی تھیں اور ان کی پرورش کا انتظام بھی کرتیں تھیں، اور دیہاتوں میں زبان اچھی بولی جاتی تھی، آج کل کے دیہاتوں میں تو زبان خراب بولی جاتی ہے، شہروں میں زبان اچھی ہوتی ہے، اس زمانہ میں عرب میں گاؤں والوں کی زبان فصیح وبلیغ اور بہترین ہوتی تھی اور وہاں کی آب وہوا بھی اچھی ہوتی تھی، ان وجوہات کی بنا پر شہر والے بچوں کو گاؤں میں بھیج دیا کرتے تھے کہ شروع کا زمانہ وہاں گزرے، حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم بھی حضرت حلیمہ سعدیہ کے ساتھ ان کے قبیلہ میں گئے اور انہوں نے ان کی پرورش کی، دودھ پلایا، وہاں بھی عجیب واقعات رونما ہوئے، حضرت حلیمہ سعدیہ اور ان کے شوہر ایک سوکھی سی اونٹنی پر سوار ہو کر آئے تھے اور جب حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو لے کر چلے تو ان کی اونٹنی کے اندر دودھ کی افزائش ہوگئی اور وہ کمزور اونٹنی اتنی تیز چل رہی تھی کہ ساتھی بھی حیران ہوگئے کہ آئی تو تھی یہ سوکھی سی اونٹنی پر، یہ کیا معاملہ ہے؟ انہوں نے بتلایا کہ ہماری سواری تو وہی ہے، سوار بدلا ہے، یہ اس کی برکت ہے۔

# چچا کے ساتھ شام کا سفر

اس کے بعد حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم جب کچھ بڑے ہوئے، اور دادا جان کی وفات کے بعد آپ کے چچا ابوطالب آپ کے سرپرست بنے، انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پرورش و پرداخت کی، اور وہی آپ کے ظاہری دنیا میں پلنے اور بڑھنے کا ذریعہ بنے، ایک مرتبہ ابوطالب تجارتی قافلے کے ساتھ ملک شام کے سفر پر جانے لگے، تو یتیم بھتیجہ نے بھی اصرار کیا، چنانچہ ابوطالب آپ کو اپنے ساتھ ملک شام لے گئے، یہ اس وقت کی بات ہے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک ۱۲ر سال تھی، جب بصری پہنچے، وہاں ایک بحیری راہب تھا، اس نے دیکھتے ہی پہچان لیا کہ اوفو...... یہ تو وہی آخری پیغمبر ہے جس کا ہماری کتابوں میں ذکر ہے، چونکہ پہلے جتنی بھی آسمانی کتابیں تھیں، مثلاً توریت، زبور اور انجیل، ان سب میں حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر تھا، اور ساری نشانیاں بھی بتلائیں گئیں تھیں کہ یہ نشانیاں ہوں گی، آپ کا چہرہ مہرہ، آپ کا چلنا پھرنا، سب مذکور تھا، اس لئے وہ سوچ رہے تھے کہ تحقیق کرنی چاہئے، کہاں کا ہے؟ کس کا ہے؟ انہوں نے پوچھا بھائی یہ کہاں کا بچہ ہے؟ بتلایا گیا کہ یہ تو مکہ کا ہے، اس کے باپ ہیں؟ بتلایا گیا کہ اس کے باپ نہیں ہیں، تو اور یقین ہوجاتا ہے، اس لئے کہ سب کتابوں میں لکھا تھا کہ وہ یتیم ہوگا اور ایسا ہوگا ویسا ہوگا، اس لئے تعجب ہوتا تھا؛ لیکن اللہ تعالی کو اظہار کرنا تھا، چنانچہ بحیری راہب نے پورے قافلہ کی معمول کے خلاف میزبانی کی، اور بہت اچھی طرح استقبال کیا، اس لئے کہ ان کو قافلہ کے ساتھ اللہ تعالی کا خاص معاملہ اور غیر معمولی واقعات نظر آرہے تھے، اور ابوطالب کو آپ کی شان اور مرتبہ کی بلندی کی طرف



متوجہ کیا اور کہا کہ تم اپنے بھتیجہ کو وطن واپس لے جاؤ اور یہود سے حفاظت کرو، اس لئے ابوطالب مکہ واپس آگئے۔

# حضرت خدیجہ مکہ کی ایک مالدار خاتون تھیں

حضرت خدیجہ بنت خویلد مکہ کی ایک مشہور خاتون اور بڑی مالدار عورت تھیں، چونکہ مکہ میں کھیتی تو ہوتی نہیں تھی، اس وقت بھی نہیں ہوتی تھی اور آج بھی نہیں، وہ تو وادی غیر ذی زرع ہے، وہاں کے لوگوں کی روزی روٹی کا دارومدار بزنس پر ہی تھا، تجارت پر ہی تھا، دوسرے ملکوں میں سامان لے جاتے تھے، وہاں سے لاتے تھے اور بیچتے تھے، چنانچہ حضرت خدیجہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پیشکش کی کہ ہمارا سامان لے جائیں، آپ سامان لے کر شام گئے، بڑا منافع ہوا، حضرت خدیجہ نے جو خادم میسرہ بھیجا تھا، اس نے بھی عجیب حالات بتلائے کہ یہ آدمی تو عجیب ہے، اس کے تو اتنے اونچے اخلاق ہیں، حضرت خدیجہ کے پہلے یکے بعد دیگرے دونوں شوہروں کا انتقال ہو چکا تھا۔

# حضرت خدیجہ سے نکاح

جب حضرت خدیجہ کے شوہر کا انتقال ہوگیا تو مکہ کے بڑے بڑے سردار، بڑے بڑے چودھری ان سے رشتہ کے لئے خواہاں ہوئے، مگر کسی کا رشتہ منظور نہیں کیا تھا، اور یہاں خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو انہوں نے اطلاع بھیجی، انہوں نے پیغام بھیجا کہ مجھے آپ کے اخلاق کا اندازہ ہوا، اور ایسے ایسے آپ نے ہمارا بزنس بھی کیا، اس میں بڑا منافع ہوا، اگر آپ مجھ سے شادی کرنا چاہیں...... یہ پیغام انہوں نے کسی

عورت کے ذریعہ بھجوایا، چنانچہ یہ رشتہ منظور ہوگیا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابو طالب نے خطبہ نکاح پڑھا اور نکاح ہوگیا، اس وقت حضرت خدیجہ چالیس سال کی اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پچیس سال کے تھے، ساری اولادیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی انہیں سے ہوئیں، سوائے حضرت ابراہیم کے کہ وہ حضرت ماریہ قبطیہ کے بطن مبارک سے ہوئے۔

## خانہ کعبہ کی دوبارہ تعمیر

جب حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک پینتیس سال ہوئی، اس وقت مکہ کے لوگوں نے کعبۃ اللہ کی توسیع وتجدید کا پروگرام بنایا کہ کعبہ کی عمارت پرانی ہوگئی ہے، اس کو نئے سرے سے تعمیر کیا جائے اور کوشش کرنی ہے کہ اپنا ہی پیسہ لگائیں گے، باہر سے کوئی چندہ اکٹھا نہیں کریں گے، اور سب حلال کمائی اس میں لگائیں گے، دیکھو وہ مشرک تھے، اندھیرا تھا؛ لیکن اس کے باوجود بھی ان کی سوچ یہ تھی، حلال لگائیں گے، چونکہ یہ اللہ کا گھر ہے، یہ الگ بات ہے کہ انہوں نے بعد میں بت رکھ دیئے، لیکن جب بنانے لگے تو حلال کمائی سے، چونکہ پیسے تھوڑے تھے، بجٹ زیادہ ہورہا تھا، حطیم کا حصہ جو گول سا چھوڑا ہوا ہے، جو لوگ گئے ہیں، انہوں نے دیکھا ہے کہ ایک حصہ چھوڑ رکھا ہے، چوکور بنانے کے لئے پیسے کم تھے، اتنا بجٹ تھا کہ اس میں اتنا ہی تعمیر ہوسکتا تھا، اس لئے حطیم کا حصہ چھوڑ دیا۔

## جنت کا پتھر حجر اسود

کعبۃ اللہ کی دیوار میں ایک پتھر ہے حجر اسود کے نام سے، ''کالا پتھر'' جو جنت



سے آیا ہوا ہے، جس کو بوسہ دیتے ہیں، جب وہ جنت سے آیا تھا تو وہ سفید تھا، لیکن لوگوں کے گناہوں کی وجہ سے وہ کالا ہوگیا، قیامت کے دن وہ بولے گا، اللہ تعالی اس کو گویائی دیں گے، جن جن لوگوں نے اس کو چوما ہے وہ سب کی گواہی دے گا کہ اس نے بھی مجھ کو چوما ہے، اللہ کے یہاں بخشش کا ذریعہ بنے گا، اب بھیڑ کی وجہ سے چومنے میں دشواری اور دوسروں کو تکلیف ہوتی ہے، اس لئے دور سے ہی دونوں ہاتھوں سے استلام کرتے ہیں، وہ چومنے ہی کے درجہ میں ہے، وہ کل قیامت کے دن کہے گا کہ فلاں فلاں نے مجھے چوما تھا، سب کو کہے گا نام لے لے کر، جس جس نے چوما تھا، تو وہ بخشش کا ذریعہ بنے گا، اللہ تعالی اس کو بولنے کے لئے زبان دیں گے، اب تو وہ گناہوں کی وجہ سے بہت زیادہ کالا ہوگیا اور تھوڑا سا نظر آتا ہے، بہت محنت اور جدوجہد سے ہی اس کے پاس پہنچ سکتے ہیں، ورنہ دور سے استلام کرنا پڑتا ہے، طواف اسی سے شروع ہوتا ہے اور اسی پر ختم ہوتا ہے۔

## اس پتھر کو کون اٹھا کر رکھے گا؟

جب کعبے کی تعمیر، اس کی دیواریں پتھر کے رکھنے کی جگہ تک آگئیں، اور اس پتھر کے رکھنے کا نمبر آیا تو چونکہ وہ جنت کا پتھر تھا، اس لئے مکہ کے جو بڑے بڑے رئیس اور چودھری تھے، ان میں جھگڑا ہوگیا کہ پتھر میں رکھوں گا، یہ شرف کی بات تھی، عزت کی بات تھی، اس بنا پر اب ہر چودھری چاہتا تھا کہ میں رکھوں گا، اس لئے جھگڑا ہوگیا۔

## عربوں میں جنگ کرنا ایک عام بات تھی

جھگڑا کرنا عربوں کے لئے بائیں ہاتھ کا کھیل تھا، مرنا اور مارنا یہ کوئی بڑی بات

نہیں تھی، ان کے یہاں ایسا ماحول تھا کہ اگر کسی کی اونٹنی نے اپنی باری سے پہلے پانی پی لیا، باری کسی اور کی تھی اور کسی نے پی لیا، تو اسی بات کو لے کر عرصے تک جنگ چلتی تھی، بعض مرتبہ ایک اونٹنی کے پہلے پانی پینے کی وجہ سے ڈیڑھ سو سال تک لڑائی چلی، اب ہو گیا جھگڑا، ہر ایک کہنے لگا کہ میں رکھوں گا، آؤ کون آتا ہے، معاملہ جب آخری مرحلہ میں پہنچ گیا۔

## صبح سویرے جو حرم میں پہلے آئیگا وہ رکھے گا

یہ فیصلہ ہوا کہ اچھا کل صبح جو سب سے پہلے حرم میں داخل ہوگا وہی پتھر رکھے گا، اور وہ جو فیصلہ کردے گا وہ سب کو منظور ہوگا، چنانچہ اگلے دن صبح کو حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم سب سے پہلے حرم میں داخل ہونیوالے تھے، اس لئے لوگوں نے جب دیکھا کہ محمد داخل ہوئے ہیں، تو انہوں نے کہا کہ "ھذا امین ھذا صادق" کہ ہاں یہ امانت دار، سچا آدمی ہے، بس یہ جو کرے گا ہم اس پر راضی ہیں۔

## نبی اکرم کی ایک پیاری تدبیر

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر قبیلہ کے بڑے بڑے چودھریوں سے کہا کہ دیکھو یہ میری چادر ہے، اپنی چادر دی کہ ہر آدمی اس کے پلے پکڑ لے، اور اس کے کونے پکڑ لے، تاکہ سب اس میں شریک ہو جاویں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ پتھر اٹھا کر اس چادر پر رکھ دیا اور لوگوں سے کہا کہ لو بھائی سب اس کو اٹھاؤ، جب وہ اٹھا کر رکھنے کی جگہ تک لے آئے، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھوں سے اس کو اس کی جگہ پر رکھ دیا، اب سب لوگ شریک بھی ہو گئے، سب کا ہاتھ بھی لگ گیا



اور جو جنگ ابھی تھوڑی دیر میں خون بہانے والی تھی، وہ ایک اس خوبصورت انداز میں، ایک پیاری تدبیر کے ذریعہ ختم ہوگئی، ایسی حکمت سے اس جھگڑے کو ختم کیا، چنانچہ کعبہ کا تعمیری کام ہوا اور وہ مکمل ہو گیا۔

## آپ کی بعثت

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب چالیس سال کے ہو گئے تو آپ کو نبوت سے نوازا گیا، یہ ۲۷/رمضان کی بات ہے، جب آپ غار حراء کے اندر تھے، وہاں حضرت جبرئیل آتے ہیں اور آپ کو دبوچتے ہیں اور کہتے ہیں کہ پڑھو، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کہتے ہیں "ما انا بقاری" میں پڑھنے والا نہیں ہوں، یا میں پڑھا ہوا نہیں ہوں، پھر وہ دوسری بار دبوچتے ہیں اور ایسے ہی مکالمہ ہوتا ہے، پھر تیسری مرتبہ دبوچنے کے بعد وہ پڑھتے ہیں "اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِىْ خَلَقَ، خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ، اِقْرَأْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ الَّذِىْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ، عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ يَعْلَمْ" (۱) کہ پڑھ تو اپنے پروردگار کے نام سے جس نے پیدا کیا اور اس نے تمام چیزوں کو بنایا "خلق الانسان من علق" اور انسان کو بنایا ایک خون کے لوتھڑے سے اور "اقرأ و ربك الاكرم" اور اپنے اس پروردگار کے نام سے پڑھ جو مشرف اور بڑا عزت والا ہے اور جس نے قلم کے ذریعہ سے انسان کو سکھایا، اور جو وہ نہیں جانتا تھا اس کو وہ سکھایا، پوری آیت نازل ہوئی اور حضور نے پڑھی۔

## پہلی وحی اترنے کے وقت کے حالات

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چونکہ فرشتہ پہلی مرتبہ اس شکل میں اور اس

(۱) سورہ علق آیت ۱ تا ۴۔

انداز سے آیا تھا اور دبوچا تھا، اس لئے گھبرا گئے اور جلدی سے بھاگے بھاگے گھر آئے اور فرمانے لگے "زَمِّلُوْنِیْ زَمِّلُوْنِیْ" مجھ کو چادر اڑھا دو، مجھ کو چادر اڑھا دو، چادر اڑھائی گئی، چونکہ کپکپا رہے تھے، قرآن کے متعلق اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ "لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْآنَ عَلٰی جَبَلٍ لَّرَاَیْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْیَةِ اللّٰهِ"۔(۱)

اگر ہم یہ قرآن ایک پہاڑ پر اتارتے تو تو دیکھ لیتا کہ وہ اللہ کے ڈر سے دب جاتا، پھٹ جاتا۔

ہم اس قرآن کو اگر پہاڑوں پر بھی نازل فرماتے تو پہاڑ چکنا چور ہو جاتا؛ لیکن یہاں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے پہلے سے اللہ تعالی نے غیبی طور پر ایسا انتظام کر دیا تھا کہ ان کے سینہ کو کئی مرتبہ چاق کیا گیا تھا، اور دھویا گیا تھا، اور ان کے اندر وہ صلاحیت پیدا کی گئی تھی تاکہ وہ اس بوجھ کو اور اس ذمہ داری کو برداشت کر سکیں، مگر پھر بھی پہلی مرتبہ وحی نازل ہو رہی تھی، اس لئے گھبرا گئے۔

## حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا تسلی دینا

جب افاقہ ہوا تب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی شریک حیات سے سارا واقعہ جو پیش آیا، سنایا، اور فرمایا کہ مجھے اپنی جان کا خطرہ ہے، تو حضرت خدیجہ نے حوصلہ بڑھایا اور فرمایا "کَلَّا وَاللّٰهِ لَا یُخْزِیْكَ اللّٰهُ اَبَدًا، اِنَّكَ لَتَصِلُ الرَّحِمَ وَتَحْمِلُ الْكَلَّ وَتَكْسِبُ الْمَعْدُوْمَ وَتَقْرِی الضَّیْفَ وَتُعِیْنُ عَلٰی نَوَائِبِ الْحَقِّ" (۲)

حضرت خدیجہ نے فرمایا کہ نہیں! خدا کی قسم اللہ آپ کو ذلیل اور رسوا نہیں کرے گا، اس لئے کہ آپ تو صلہ رحمی کرتے ہو، کمزوروں کی مدد کرتے ہو محتاجوں کی ضرورتوں

(۱) سورۂ حشر آیت ۲۱ (۲) بخاری شریف جلد اول، باب کیف کان بدء الوحی حدیث نمبر ۳



کو پورا کرتے ہو، مہمان نوازی خوب کرتے ہو اور حق باتوں میں لوگوں کی مدد کرتے ہو، اس لئے اللہ آپ کو ضائع نہیں کرے گا۔

## ورقہ بن نوفل کے یہاں

اس کے بعد حضرت خدیجہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے چچا زاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس لے کر گئیں، ورقہ بن نوفل جو بوڑھے ہو گئے تھے، نابینا ہو گئے تھے، حضرت خدیجہ کے چچا زاد بھائی تھے، ان کو پہلی کتابوں کا علم تھا، تو جیسے ہی ان کے پاس لے کر گئیں اور کہا کہ اے میرے بھائی اپنے بھتیجے کی بات سن، ایسے ایسے واقعہ پیش آیا ہے، تو چونکہ وہ تو پہلی کتابوں سے واقف تھے۔

اس لئے ورقہ نے کہا کہ یہ تو وہ ہی ناموس ہے، یہ تو وہی فرشتہ ہے جو حضرت موسی علیہ السلام کے پاس آیا تھا، یہ تو پیغمبر ہیں، تمہاری قوم تم کو نکالے گی بھی، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو عجیب سی بات لگ رہی تھی کہ سب مکہ والے میری تعظیم کرتے ہیں، امین اور صادق کہتے ہیں، اس لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تعجب سے پوچھا؟ کہ کیا میری قوم مجھ کو نکالے گی؟ انہوں نے کہا کہ ہاں تم جیسی بات جو بھی لے کر آیا ہے، تو دنیا والے اس کے دشمن ہو گئے ہیں، اور ورقہ نے یہ کہا کہ اگر میں اس وقت تک زندہ رہا تو میں تمہاری کھل کر مدد کروں گا، لیکن جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت کا اعلان کیا، ورقہ فوت ہو چکے تھے، مگر پھر بھی بہت سے علماء کرام نے حضرت ورقہ کو پہلا مسلمان کہا۔

## دوسری وحی سے دعوت کا عام حکم

تین سال کے بعد اللہ کی طرف سے دعوت کا حکم آتے ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے

اعلان کردیا، جب اللہ کی طرف سے حکم ہوا"یٰاَیُّھَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَاَنْذِرْ، وَرَبَّکَ فَکَبِّرْ، وَثِیَابَکَ فَطَھِّرْ وَالرُّجْزَ فَاھْجُرْ وَلَاتَمْنُنْ تَسْتَکْثِرْ وَلِرَبِّکَ فَاصْبِرْ فَاِذَا نُقِرَ فِی النَّاقُوْرِ، فَذٰلِکَ یَوْمَئِذٍ یَّوْمٌ عَسِیْرٌ،عَلَی الْکٰفِرِیْنَ غَیْرُ یَسِیْرٍ"۔(۱)

دوسری وحی کا سلسلہ اللہ تعالیٰ نے ''اقرأ'' کے کچھ دنوں بعد یہ آیت نازل فرما کر شروع کیا، کہ اے محمد! اب کھل کر اعلان کرو، اب کھڑے ہو جاؤ"یاایھاالمدثر"اے چادر اوڑھنے والے، اب کھڑے ہو جاؤ"قم فانذر" اور لوگوں کو ڈراؤ"وربك فكبر"اور اپنے رب کی تکبیر اور بڑائی بیان کرو"وثيابك فطهر"اپنے کپڑے صاف ستھرے رکھو"والرجز فاهجر"اور گندگی کو چھوڑ دو"ولاتمنن تستكثر"اور احسان کر کے زیادہ لینے کی خواہش نہ کرو اور اپنے رب کی راہ پر صبر کرو، پس جب صور میں پھونک ماری جائے گی تو وہ بڑا سخت دن ہوگا، جو کافروں پر آسان نہ ہوگا، اب گویا کہ اعلان عام ہو گیا تھا کہ اب کھل کر دعوت دو۔

## دعوت حق کا آغاز

چنانچہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم مکہ کی پہاڑی پر کھڑے ہوئے اور اعلان کیا، سب لوگ جمع ہو گئے، اس زمانہ میں مکہ میں یہ دستور تھا کہ اگر کسی کو کوئی اہم بات پہنچانی ہوتی تو اس پر کھڑے ہو کر وہ زور سے آواز لگاتے تھے، اور سارے لوگ اکٹھے ہو جایا کرتے تھے، حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی مکہ میں فاران کی چوٹی پر کھڑے ہو کر زور سے آواز لگائی، سارے مکہ کے لوگ جمع ہو گئے، حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دیکھو! اگر میں تم سے یہ کہوں کہ یہ پہاڑی ہے، اور اس کے پیچھے دشمن ہیں، اور وہ دشمن حملہ کرنے والے ہیں، تو کیا تم میری بات مانوں گے؟ تو سب نے ایک

(۱) سورہ مدثر آیت ۱۰-۱/



آواز کے ساتھ کہا، کیوں نہیں، بالکل مانیں گے، آپ کو چالیس سال ہمارے درمیان رہتے ہوئے ہو گئے، آپ نے کبھی جھوٹ نہیں بولا، آپ امین ہیں، آپ صادق ہیں، لہٰذا ہم بالکل مانیں گے، حضور نے فرمایا"قولوا لااله الا الله تفلحوا" کہ اگر مانو گے تو پھر ایک بات سن لو''لا الٰہ الا اللہ'' کہو، اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اللہ ایک ہے اور میں اللہ کا آخری پیغمبر ہوں، اس بات کا اقرار کر لو، تو سب کامیاب ہو جاؤ گے۔

## سب سے پہلے ابولہب نے مخالفت کی

سب سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابولہب نے کہا"تَبًّا لَّکَ سَائِرَ الْیَوْمِ اَلِھٰذَا جَمَعْتَنَا" تیرے لئے ہلاکت ہو، تو نے اسی لئے ہمیں یہاں جمع کیا تھا؟ اور لوگ ادھر ادھر ہو گئے، چنانچہ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے ابولہب کے متعلق سورۃ نازل فرمائی اور فرمایا:"تَبَّتْ یَدَا اَبِیْ لَھَبٍ وَّتَبَّ" کس کے ہاتھ ٹوٹے؟ ابولہب کے ہی ٹوٹے، وہ ہی برباد ہوا، اللہ نے قرآن میں اس کا نام نازل کیا اور قیامت تک اس کا ہاتھ ٹوٹتا رہے گا، چونکہ مخالفت پہلے گھر کا آدمی کرتا ہے، قریب کا آدمی کرتا ہے، پریشان جو ہوتا ہے، سب سے پہلے وہ گھر کا ہی ہوتا ہے، اپنا ہی ہوتا ہے، ابولہب چچا تھا، ابولہب جب تک زندہ رہا، اس نے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری مخالفت کی۔

ابوجہل نے بھی حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کی، لیکن جس روز حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش ہوئی تھی، اس دن ابولہب کی باندی نے ابولہب کو آکر یہ اطلاع دی کہ تیرا بھتیجا پیدا ہوا، چونکہ حضور یتیم تھے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے والد کا انتقال آپ کی پیدائش سے پہلے ہی ہو گیا تھا، اس کی ایک باندی نے آکر اطلاع دی کہ تیرا بھتیجا پیدا ہوا، ابولہب نے بھتیجے کی خوشخبری سن کر اپنی باندی کو

کہا کہ جاتو آزاد، خوشی میں اس کو آزاد کردیا، اور آج سب سے بڑا مخالف کون؟ چچا ابولہب، حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ابولہب جہنم میں ہے، پیر کے دن اس کا عذاب ہلکا ہوتا ہے۔

پیر کا دن چونکہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کا دن ہے، اس لئے پیر کے دن اس کے عذاب کو ہلکا کیا جاتا ہے، کس وجہ سے؟ کیونکہ اس نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کی خبر سن کر اپنی باندی آزاد کردی تھی، تو پیر کے دن اس کا عذاب ہلکا کیا جاتا ہے، ورنہ وہ جہنم میں پڑا ہوا ہے۔

## اللہ تعالیٰ جس کو جہاں چاہے پیدا کردے

اللہ جس کو نوازدے "اَللّٰهُ يَجْتَبِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يُّنِيْبُ" (۱) اللہ جس کو چاہے منتخب کرتا ہے اور وہ جس کو چاہے اپنی طرف متوجہ کرتا ہے، اللہ کا الگ نظام ہے وہ جس کو جہاں چاہے پیدا کردے۔

اللہ تعالیٰ بت شکن کو بت پرست کے گھر میں پیدا کردیتا ہے، جیسے آزر کے یہاں حضرت ابراہیم کو پیدا کردیا، جو ابوالانبیاء، سارے نبیوں کے باپ تھے اور اپنا خلیل بنالیا، تو اللہ کے یہاں پیمانہ دوسرا ہے، اللہ کے یہاں نظام دوسرا ہے، ہم سمجھتے ہیں دنیا میں ایسا خاندان ہونا چاہئے، ایسا قبیلہ ہونا چاہے، ٹھیک ہے خاندان اور قبیلہ کی اہمیت ہے، اگر خاندان میں شرافت ہے اور خاندان کے اندر تقوی ہے، دین ہے، احترام ہے، عزت ہے، کوئی خرافات نہیں ہے، اس کی تو اللہ کے یہاں بھی اور اہل دنیا کے یہاں بھی اہمیت ہے۔

(۱) سورۂ شوری آیت ۱۳



## اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ رسالت کا مستحق کون ہے؟

اللہ کے یہاں پھر بھی پیمانے دوسرے ہیں، وہ اپنے پیمانہ سے اپنے حساب سے چلتا ہے، وہ جس کو چاہے منتخب کرے، مکہ والوں نے کہا تھا "لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ" (۱) کہ اگر اللہ تعالیٰ کو قرآن اتارنا ہی تھی، نبی بنانا ہی تھا، تو یہ طائف بڑا شہر ہے، یہ مکہ بڑا شہر ہے، ان میں سے کسی بڑے آدمی پر اتارتا، کیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی اللہ میاں کو نبی بنانے کے لئے ملے، حالانکہ کوئی دوسرا بھی ہوتا لوگ اس پر بھی اعتراض کرتے، لوگوں کو تو اعتراض کرنا ہے، خاندان والوں کو، قبیلہ والوں کو اشکال ہوتا ہے کہ کیا یہی نبی بنانے کے لئے ملا تھا، بھائی اب تک اس میں کوئی کمی تھی؟ اس کے خاندان میں کوئی کمی تھی؟ اب تک تم اس کو امین کہتے تھے، اب تک تم اس کو صادق کہتے تھے، ابھی تک تم اس کی عزت اور اس کے تقدس کی قسمیں کھاتے تھے، اب تک تم اس کی عقیدت میں مرنے کے لئے تیار ہوجاتے تھے، تو پھر آج کیا ہوگیا؟ حالانکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "اَللّٰهُ يَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ" اللہ ہی جانتا ہے کہ اپنی رسالت کا کس کو مستحق بنائے۔

## لا الہ الا اللہ کہہ دو کامیاب ہوجاؤ گے

اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد رسول اللہ کا انتخاب کیا، ان کو نبی بنایا، اس لئے انہوں نے فرمایا کہ جس نے "لا الہ الا اللہ" کہہ دیا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ کامیاب ہوجائے گا، تو کیا اب تمہیں سانپ سونگھ گیا؟ کیوں آج اس کی مخالفت شروع

(۱) سورۂ زخرف آیت ۳۱

کردی؟ حالانکہ یہ اللہ تعالیٰ کا انتخاب ہے، اللہ جس کو چاہے منتخب کرلے، چنانچہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس اعلان کے بعد جو دوست تھے وہ دشمن ہوگئے۔

## محمد ﷺ ساری دنیا کیلئے نبی بنا کر بھیجے گئے ہیں

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا "قُلْ يٰاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا" (۱) اللہ نے قرآن میں کہلوایا کہ اے محمد تم ان لوگوں سے کہہ دو کہ میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں، صرف مکہ والوں کی طرف نہیں، مدینہ والوں کی طرف بھی، چین کی طرف بھی، عراق کی طرف بھی، افغانستان کی طرف بھی، ہندوستان کی طرف بھی، امریکہ کی طرف بھی، آسٹریلیا، یورپ اور جتنے بھی دنیا کے ممالک ہیں سب کی طرف "انی رسول اللہ الیکم جمیعاً" ساری کائنات کے انسانوں کی طرف میں رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں، چنانچہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم پوری کائنات کے نبی، پوری انسانیت کے نبی اور آخری نبی بنائے گئے ہیں۔

## قبول اسلام کا سلسلہ

پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوت کا سلسلہ شروع کیا، لوگوں کو ایک اللہ کی طرف بلانا شروع کیا، آپ کی دعوت پر پہلے چند قریبی لوگ اسلام میں داخل ہوئے، بچوں میں سب سے پہلے حضرت علی ایمان لائے، گھر میں بیوی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ایمان لائیں، دوستوں میں سب سے پہلے حضرت ابوبکر صدیق ایمان لائے اور پھر سلسلہ چل پڑا، جو ایمان لاتے رہے وہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے گرویدہ ہوتے

(۱) سورۂ اعراف آیت ۱۵۸



رہے اور ایک اللہ کی عبادت کرتے رہے اور قرآن جتنا نازل ہوتا، اس کو سیکھتے رہے اور اس کو پڑھتے رہے اور اس کو زندگی میں نافذ کرتے رہے، اور مشرکین مکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرتے رہے اور مسلمانوں کو تکلیف دیتے رہے۔

## میرے ایک ہاتھ میں سورج اور دوسرے ہاتھ میں چاند رکھ دیں

حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ کے اندر دعوت کا کام کرتے رہے، تو مختلف قبیلوں کے لوگ دشمن ہوگئے، سب نے آکر کہا کہ محمد اگر تجھ کو سرداری چاہئے تو تجھ کو سرداری دیدیں گے، تجھے اگر مکہ کی کوئی خوبصورت سے خوبصورت اور حسین سے حسین لڑکی چاہئے تو تیرے ساتھ اس کی شادی کردیں گے، مگر یہ کام چھوڑ دے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابوطالب کے پاس آئے کہ آپ اپنے بھتیجے کو سمجھا دیجئے، تو ابوطالب نے کہا کہ اے میرے پیارے بھتیجے! میں تو بوڑھا ہو چکا ہوں، لڑنے کی مجھ میں طاقت اور ہمت نہیں، یہ لوگ جو کہہ رہے ہیں ان کی بات مان لے، حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چچا جان! اگر یہ لوگ ایک ہاتھ میں میرے سورج رکھ دیں اور ایک ہاتھ میں چاند رکھ دیں تب بھی میں اپنی بات سے باز آنے والا نہیں ہوں، مجھ کو اللہ کی طرف سے نبی بنایا گیا ہے، میں اللہ کی وحدانیت کا اعلان کرتا رہوں گا، مجھ کو شادی کی خواہش نہیں، نہ مجھ کو مال کی خواہش ہے، یہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان فرمایا، چنانچہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم مکہ کے اندر اپنی دعوتی مہم میں مشغول رہے، مکہ کے لوگ دشمن ہوگئے، یہاں تک کہ وہ وقت آیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجبور ہو کر صحابہ کو ہجرت کا حکم فرمایا۔

## سب سے پہلے حبشہ کی طرف ہجرت کا حکم ہوا

اللہ کی طرف سے پہلے حبشہ کی طرف ہجرت کا حکم ہوا کہ حبشہ چلے جاؤ، خدا کا حکم ہوتے ہی صحابہ نے حبشہ کا رخ کیا کہ وہاں کا جو بادشاہ ہے، اس کی حکومت میں کوئی کسی پر ظلم نہیں کرتا، پہلی ہجرت میں دس مسلمان حبشہ گئے، جن کے اوپر حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ تھے، اس کے بعد حضرت جعفر بن ابی طالب نے ہجرت کی، پھر بہت سے مسلمانوں نے، اس طرح حبشہ کی طرف ہجرت کرنے والے مسلمانوں کی کل تعداد ۸۳/ بتلائی گئی ہے، وہاں حبشہ کے بادشاہ سے ان صحابہ کرام نے ملاقات کی، اس نے بہت اچھا اکرام کیا، مگر مشرکین مکہ، کفار قریش نے وہاں بھی تعاقب کیا، اور نجاشی سے ساز باز کرنا چاہی، مگر ذلیل و ناکام ہو کر واپس ہوئے، اور مسلمانوں کو عزت کی جگہ ملی، حبشہ کا بادشاہ نجاشی عیسائی تھا، مگر ذرا نرم مزاج کا تھا، حبشہ کو آج کل Ethopia کہتے ہیں، اس زمانہ میں حبشہ تھا، وہ ایک ملک ہے، وہاں کالے لوگ ہیں، ہم وہاں پر گئے ہیں، وہاں کی زبان میں عربی سے ملتے جلتے الفاظ ملتے ہیں، ہے تو انگریزی سی ہی، کچھ ان کی اپنی مادری زبان ہے، مگر عربی کے الفاظ کچھ ملتے جلتے سے لگتے ہیں، تو پہلے ہجرت وہاں کی گئی، یہ نبوت کے پانچویں سال کا واقعہ ہے۔

## شعب ابی طالب میں

مشرکین مکہ نے اسلام دشمنی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے خاندان کا بائیکاٹ کر دیا، اور تین سال تک شعب ابو طالب میں آپ کو پورے خاندان کے ساتھ محبوس رہنا پڑا، نبوت کے دسویں سال آپ کو اس قید اور بائیکاٹ سے نجات ملی،



اس کے کچھ ہی دنوں کے بعد آپ کے شفیق چچا ابو طالب کا انتقال ہو گیا، اس کے بعد آپ کی جانثار بیوی حضرت خدیجہ وفات پا گئیں، ان دونوں واقعات سے آپ کو بہت زیادہ صدمہ ہوا؛ کیونکہ دنیوی اعتبار سے دونوں کی زبردست سپورٹ تھی۔

## واقعہ معراج

جب آپ کی عمر شریف ۵۱/ برس کچھ ماہ کی تھی، تو نبوت کے گیارہوں سال رجب کی ۲۷/ تاریخ کو رات کے وقت جب آپ حضرت ام ہانی کے گھر میں آرام فرما رہے تھے، تو حضرت جبریل علیہ السلام تشریف لائے، آپ کو بیدار کیا اور معراج کی خوشخبری سنائی، چنانچہ آپ حضرت جبریل کے ساتھ ایک براق پر سوار ہو کر بیت المقدس تشریف لے گئے، وہاں تمام انبیاء سابقین کی امامت کرائی اور پھر تمام آسمانوں کی سیر کرتے ہوئے اللہ رب العزت کے دربار عالی میں پہنچے اور اللہ تعالی سے ہم کلامی کا شرف حاصل ہوا، اور اللہ تعالی کی طرف سے پانچ نمازوں کا تحفہ ملا، جو آپ کی امت پر فرض ہوئیں، معراج میں اور بہت سے مناظر اور واقعات پیش آئے، جو حدیث میں تفصیل سے مذکور ہیں۔

## مدینہ کی طرف ہجرت

کچھ عرصہ کے بعد جب مشرکین مکہ کی شقاوت بڑھ گئی اور وہ زیادہ پریشان کرنے لگے تو اللہ کی طرف سے حکم ہوا کہ مدینہ کی طرف ہجرت کی جاوے، چنانچہ صحابہ کرام مدینہ کی طرف ہجرت کرنے لگے، پھر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ساتھ مدینہ کی طرف ہجرت کی، اور دوسرے صحابہ کرام مدینہ کے اندر آنے لگے، مدینہ والوں نے استقبال کیا، چراغ کے نیچے اندھیرا ہوتا ہی ہے، مکہ

والے بھگا رہے ہیں اور مدینہ والے کہہ رہے ہیں، آیئے آیئے ''اہلاً وسہلاً'' تشریف لایئے، مکہ والوں نے تو ناقدری کی، مدینہ کے لوگوں نے قربانی پیش کی، ایثار کا اعلی نمونہ پیش کیا، آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ کیا قربانی انہوں نے دی؟ مکہ سے جو لوگ آئے تھے، چھپت پٹ کر آئے تھے، چھپت پٹ کر اس اعتبار سے کہ مکہ والوں نے مال ساتھ نہیں جانے دیا تھا اور بعضوں کی بیویاں ساتھ گئیں تھیں اور بعضوں کی ساتھ نہیں جاسکیں تھیں، بعض اہل خاندان نے کہہ دیا تھا کہ تو جا لیکن ہماری لڑکی نہیں جاسکتی، یا کوئی لڑکی تھی، اس کو کہہ دیا تھا کہ تو جا ہمارا بیٹا نہیں جاسکتا، اس طرح سے لوگ چھپ چھپا کر مدینہ گئے، تو وہاں جا کر لوگوں نے کیا کیا؟۔

## مدینہ والوں کا ایثار

مدینہ کے لوگوں کو انصار کہا جاتا ہے، اور مکہ سے ہجرت کرنے والے یہ لوگ مہاجر ہیں، مدینہ والوں نے ان کے ساتھ قربانی کا یہ نمونہ پیش کیا، رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آکر انہوں نے یہ کہا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم جان سے، مال سے، آپ کے ساتھ ہیں، اور مہاجر صحابہ کو مدینہ والوں نے کہا کہ میرے پاس دو بیویاں ہیں، میری جس بیوی کو چاہیں، میں اسکو طلاق دیتا ہوں اور اس سے آپ شادی کرلیں، میرا فلاں مکان ہے، اس مکان میں دو کمرے ہیں، ان میں سے جو بھی روم لینا چاہیں، وہ لے لیں، میرے پاس اتنا مال و دولت ہے، اتنے اونٹ، اتنی سواریاں ہیں جو بھی لینا چاہیں، میں دینے کے لئے تیار ہوں، محبت کا، اخوت کا، مواسات کا یہ نمونہ پیش کیا، لیکن وہ مکہ والے مہاجر بھی کیسے تھے؟ انہوں نے کہا کہ نہیں، تمہاری بیویاں، تمہارا مال تم کو مبارک ہو، ہمیں تو بس تم بازار کا راستہ بتلا دو، خود



محنت کرلیں گے، مزدوری کرلیں گے اور کما کر کھالیں گے، تمہاری بیویاں اور تمہارے مکانات اور تمہارے گھر اور تمہارا مال تمہیں کو مبارک ہو، تو ایثار و ہمدردی کا یہ نمونہ انہوں نے پیش کیا، قیامت تک کے انسانوں کے لئے مواخات کا اس سے بہتر نمونہ اور مثال نہیں ہوسکتی۔

## بدر کی فیصلہ کن جنگ

ہجرت کے دوسرے سال رمضان میں بدر کی وہ فیصلہ کن اور تاریخ ساز جنگ ہوئی، جس میں امت اسلامیہ کی تقدیر اور دعوت حق کے مستقبل کا فیصلہ ہوا، جس پر پوری نسل انسانی کی قسمت کا انحصار تھا، اس کے بعد سے آج تک مسلمانوں کو جتنی فتوحات اور کامیابیاں حاصل ہوئیں اور ان کی جتنی حکومتیں اور سلطنتیں قائم ہوئیں، وہ سب اسی فتح مبین کی رہین منت ہیں، جو بدر کے میدان میں اس مٹھی بھر جماعت کو حاصل ہوئی، جس کی تعداد تین سو تیرہ تھی، اور جن کے مقابلہ میں کفار کی تعداد ساڑھے نو سو تھی، اسی لئے اللہ تعالی نے اس جنگ کو ''یوم الفرقان'' فیصلہ کن دن قرار دیا ہے، جب دونوں لشکر آمنے سامنے آکر کھڑے ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''اے اللہ! یہ قریش کے لوگ آج اپنے پورے غرور و تکبر کے ساتھ آئے ہیں، یہ تجھ سے جنگ پر آمادہ ہیں، اور تیرے رسول کو جھوٹا ٹھہرا رہے ہیں''۔

یہ جمعہ کی رات تھی اور رمضان کی ۱۷ ار تاریخ، صبح نمودار ہوئی تو قریش اپنے تمام جنگی دستوں کے ساتھ آمنے سامنے آچکے تھے، اور دونوں فریق صف آرا تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صفیں درست فرمائیں، پھر عریش میں واپس تشریف لائے، آپ کے ساتھ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی تھے، اس کے بعد آپ نے اللہ سے

گریہ وزاری کی اور دعا کی اور اس چھوٹے سے اسلامی لشکر کے حق میں اللہ تعالیٰ سے سفارش فرمائی اور فرمایا ”اَللّٰھُمَّ اِنْ تُھْلِكْ ھٰذِہِ الْعِصَابَةَ لَاتُعْبَدْ بَعْدَھَا فِی الْاَرْضِ“ اے اللہ! اگر آج تو نے اس مٹھی بھر جماعت کو فنا کر دیا، تو پھر روئے زمین پر تیری عبادت کرنے والا کوئی نہ ہوگا۔

اس جنگ میں کفار کے بڑے بڑے چودھری کام آئے، ستر سردار مارے گئے، ستر قیدی بنائے گئے، مسلمانوں میں قریش کے چھ اور انصار کے آٹھ آدمی شہید ہوئے، اس امت کا فرعون ابوجہل بھی اس جنگ میں جہنم رسید ہوا اور یہ جنگ مسلمانوں کی فتح مبین اور مشرکین وکفار کی ذلت آمیز شکست پر ختم ہوئی، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”اللہ اکبر اَلْحَمْدُلِلّٰہِ الَّذِیْ صَدَقَ وَعْدَہٗ وَنَصَرَعَبْدَہٗ وَھَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَہٗ“ اللہ کا شکر ہے جس نے اپنا وعدہ پورا کیا، اپنے بندہ کی مدد فرمائی اور تنہا ساری ٹولیوں اور گروہوں کو شکست دی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مظفر ومنصور مدینہ واپس تشریف لائے، مدینہ اور اس کے اطراف میں آپ کے دشمنوں پر اس فتح کے بعد آپ کا رعب ودبدبہ قائم ہوگیا اور بہت بڑی تعداد میں اہل مدینہ اسلام لے آئے، آج دنیا میں جہاں بھی ہریالی اور اسلام کی نشانیاں ہیں، ان سب میں غزوہ بدر اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس دعا کی تاثیر وبرکت ہے۔

## بادشاہوں کے نام خطوط

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر مدینہ کے اندر دس سال تک زندگی گزاری، اور وہیں سے بادشاہوں کو دعوتی خطوط لکھے، بہت سے بادشاہوں نے قدر کی، جن بادشاہوں نے قدر کی اور جنہوں نے خط کا احترام کیا، ان کے ملک باقی رہے، ان



کی نسلوں میں ایمان والے پیدا ہوئے، اور جس بادشاہ نے خط کی ناقدری کی اور کارندوں کی ناقدری کی، خط کو پھاڑ دیا، اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس کے ملک کو بھی پھاڑ دیا اور اس کو بھی خود پھاڑ دیا، ایسے ایسے واقعات پیش آئے۔

## فتح مکہ

ہجرت کے آٹھویں سال مکہ فتح ہوا، حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم ۱۰؍رمضان کو دس ہزار صحابہ کو ساتھ لے کر مکہ فتح کرنے کی نیت سے تشریف لے چلے، راستہ میں دو ہزار آدمی مزید فوج میں شامل ہوگئے، اب گویا لشکر اسلامی کی مجموعی تعداد بارہ ہزار ہوگئی تھی، ۱۸؍رمضان المبارک کو دن چڑھے مکہ معظمہ میں داخل ہوئے، آپ اس وقت ایک اونٹنی پر سوار تھے، زبان پر سورہ فتح کی آیات تھی، تواضع اور انکساری کی وجہ سے گردن بارگاہ الٰہی میں جھکی ہوئی تھی اور آپ گویا سراپا شکر بن کر مکہ مکرمہ میں داخل ہو رہے تھے، جب مکہ فتح ہوگیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے معافی کا عام فرمان جاری کیا کہ آج تم پر کوئی الزام نہیں، جو ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو جائے اس کو پناہ ملے گی، جو اپنے گھر کا دروازہ بند کرے گا وہ محفوظ ہے، جو مسجد حرام میں داخل ہو جائے گا، اس کو امن ہے، صرف اس شخص پر ہاتھ اٹھائیں، جو راہ میں حائل ہو اور مزاحمت کرے، اس کے بعد عربوں کے دلوں پر اس کا بہت اثر پڑا، اللہ تعالیٰ نے ان کے دل قبول اسلام کے لئے کھول دئے اور انہوں نے وفدوں اور جماعتوں کی شکل میں آکر بکثرت اسلام قبول کرنا شروع کر دیا، اللہ نے سورۂ نصر میں اس کا تذکرہ کیا ہے، جب سارے مسائل حل ہوگئے، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ واپسی کا پروگرام بنایا اور مکہ کو الوداع کہنے سے پہلے آپ نے عتاب بن اسید کو مکہ کے معاملات اور حج کے

انتظامات کی دیکھ بھال کے لئے امیر مقرر کیا، ان کی عمر اس وقت ۲۰ رسال تھی۔

## غزوات اور اسلامی جنگیں

فتح مکہ کے بعد سن ۸ رہجری شوال میں غزوہ حنین پیش آیا، جس میں پہلے مسلمانوں کو شکست کا سامنا کرنا پڑا، اور آخر میں پھر مسلمانوں کی فتح ہوئی، اور بہت سا مال غنیمت حاصل ہوا، اس کے بعد غزوہ طائف ہوا، جس میں طائف کا محاصرہ ہوا، پھر رجب سن ۹ رہجری میں غزوہ تبوک کا معرکہ پیش آیا، جو سخت گرمی کے دنوں میں ہوا، غزوہ تبوک کے بعد پھر کوئی غزوہ پیش نہیں آیا، اس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ۲۷ رغزوات ہوئے اور دوسرے سرایا اور چھاپوں کی تعداد ساٹھ بتائی گئی ہے۔

غزوہ اس جنگ کو کہتے ہیں جس میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم خود بنفس نفیس شریک ہوں، اور سریہ اس جنگ کو کہتے ہیں جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم شریک نہ ہوئے ہوں، ان تمام غزوات وسرایا میں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے بھیجے گئے، جتنا کم خون بہایا گیا، جنگوں کی پوری تاریخ میں ہمیں اس سے کم کوئی مقدار نظر نہیں آتی، ان تمام غزوات کے مقتولین کی تعداد ایک ہزار اٹھارہ سے زیادہ نہیں، جس میں دونوں فریق یعنی مسلمان اور کافر شامل ہیں؛ لیکن اس قلیل تعداد نے انسانوں کو خون کی جس ارزانی سے اور بے عزتی و بے آبروئی سے بچایا، اس کا مکمل جائزہ اور سروے مشکل بلکہ ناممکن ہے، اس کے نتیجہ میں جزیرۃ العرب کے اطراف میں اس قدر امن واطمینان کی فضا قائم ہوگئی کہ ایک مسافر خاتون حیرہ سے چلتی اور کعبہ کا طواف کر کے واپس جاتی اور اللہ کے سوا اس کو کسی کا ڈر نہ ہوتا۔





## صحابہ کو اعزاز

اللہ تبارک وتعالی نے صحابہ کو جو مقام دیا ہے، یہ کس بنا پر؟ ان کی خدمت کی بنا پر، ان کے اعزاز کی بنا پر اوران کی قدر کی بنا پر اوران کی محنت اور جدوجہد کی بنا پر اوران کی عظمت ایمان اور عظمت اسلام کی بنا پر اوران کی عظیم قربانیوں کی بنا پر، انہوں نے جان کی قربانی دی، مال کی قربانی دی، بال بچوں کی قربانی دی، گھر بار چھوڑنے کی قربانی دی، رشتہ داروں اور اہل تعلق کو چھوڑنے کی قربانی دی، دوستوں اور پڑوسیوں کو چھوڑنے کی قربانی دی، اور اسلام کے مقابلے میں دنیا کی ہر چیز انہوں نے ٹھکرادی، اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی جانثاری کا ایسا نمونہ پیش کیا، جس سے اوپر تصور نہیں کیا جاسکتا، اس لئے اللہ تبارک وتعالی نے قرآن کریم کے اندر ان کے لئے سرٹیفکٹ جاری کیا "رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ" اللہ ان سے راضی ہیں اور وہ اللہ سے راضی، سارے کے سارے صحابہ جنت میں ہیں، کوئی بھی جہنم میں نہیں جائے گا، ہم لوگوں کی کوئی گارنٹی نہیں ہے کہ دخول اول نصیب ہوجائے، ایمان پر خاتمہ ہوجاوے، تو انشاء اللہ ہم کامیاب ہیں؛ اور دخول اول نصیب ہوگا، لیکن اللہ کی ذات سے امید رکھنی چاہئے کہ اللہ ہمارے ساتھ خیر کا معاملہ فرمائے گا، حدیث قدسی میں ہے اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا کہ "انا عند ظن عبدی بی" (۱) میں اپنے بندے کے گمان کے ساتھ ساتھ ہوں، جیسا بندہ میرے ساتھ گمان رکھے گا تو فیصلہ اس کے ساتھ اسی کے مطابق کروں گا، تو اس لئے ہمیں بھی اللہ کی ذات سے قوی امید رکھنی چاہئے کہ انشاء اللہ اللہ تبارک وتعالی ہم کو بھی بخشے گا اور ہمیں بھی بغیر حساب وکتاب

(۱) صحیح البخاری کتاب التوحید حدیث نمبر ۶۸۵۶۔

کے جنت میں پہنچائے گا، یہ گمان ہمیں اللہ تبارک وتعالی سے رکھنا چاہئے، اللہ بہت بڑا ہے، بہت بڑا ہے، اس کے خزانہ میں، اس کی عطا میں، اس کی دین میں کوئی کمی نہیں، کوئی کمی نہیں ہے، صحابہ کرام کے یہ حالات حضور پاک صلی اللہ علی وسلم سے ان کی جانثاری اور قربانی کی اعلی مثال ہے۔

## صحابہ کرام کی جدوجہد

حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت وجدوجہد اور محنت سے آپ کے زمانہ میں ہی ایک لاکھ چوبیس ہزار سے زیادہ صحابہ ہو چکے تھے، جو دنیا کے مختلف حصوں میں دعوت اسلام کا کام لے کر جانے لگے تھے، اور ادھر قرآن نازل ہورہا تھا، اور ادھر صحابہ کرام پوری جدوجہد اور محنت میں لگے ہوئے تھے۔

## یہ دین بڑی محنتوں اور قربانیوں کے بعد ہم تک پہنچا

یہ دین جو ہم تک آیا ہے، اس کے لئے صحابہ کرام نے کتنی مشقتیں برداشت کیں، کتنی تکلیفیں جھیلیں اور کتنی قربانیاں پیش کیں، اور اللہ کے دشمنوں سے کتنی جنگیں لڑیں اور کتنے غزوات پیش آئے ہیں، کیسے کیسے جھیلنا پڑا ہے؟ یہ سب تاریخ کی، سیرت کی اور مغازی کی کتابوں میں محفوظ ہے، اس کے بعد یہ دین ہم تک پہنچا ہے، بغیر محنتوں کے نہیں پہنچا، بلکہ اس سلسلہ میں بہت جدوجہد کرنی پڑی، بڑے بڑے مجاہدے کرنے پڑے، لمبے لمبے فاقے کرنے پڑے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے آخری پیغمبر اور محبوب رب العالمین ہیں، لیکن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ بعض مرتبہ دو، دو



مہینہ تک گھر میں چولہا تک نہیں جلا، مطلب یہ ہے کہ پکانے کی کوئی چیز گھر میں نہیں تھی، جس کی وجہ سے چولہا جلانا پڑتا بلکہ کھجور اور پانی سے گذر بسر کی۔

## حضرت فاطمہ کی درخواست پر ایک عجیب نسخہ

ایک مرتبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی حضرت فاطمہ نے کہلوایا کہ ابا جان! اگر کچھ ہو تو دیدیا جائے اور کہا کہ ہاتھوں میں چھالے پڑ گئے ہیں اور کھانے کے لئے کچھ ہے نہیں، تو شہنشاہ کون ومکاں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم کو تین چیزیں بتلا دوں، پھر یہ تسبیحات بتلائیں، اللہ اکبر ۳۴/ بار، الحمد للہ ۳۳/ بار، اور سبحان اللہ ۳۳/ بار پڑھ لیا کرو کہ یہ تمہارے لئے اس سے بہتر ہے جس کا تم نے سوال کیا تھا، عجیب سی بات ہے؟ آئیں تو تھیں وہ اس حالت میں کہ مدد کی خواستگار ہیں اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کو یہ روحانی غذا بتلا رہے ہیں، وہ بھی کہتی ہیں کہ حضرت علی نے فرمایا کہ آج کا دن تمہارے لئے بڑی خوشی کا دن ہے، وہاں اس نعمت کی یہ قدر تھی، اس لئے باپ نے بھی دنیا نہیں دی، ورنہ اگر چاہتے تو آپ ایک بکری ایک خادمہ اور جو خزانہ میں مال تھا، اس میں سے کچھ دیدیتے، مگر نہیں بلکہ فرمایا فاطمہ یہ چیز دیتا ہوں تجھ کو، یہ لے کر جا، اپنے گھر میں فاقے رکھے اور دوسروں کو کھلایا ہے، گھر میں خود بھوکے رہے ہیں اور دوسروں کے پیٹ بھرے ہیں، یہ ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوہ مبارکہ۔

## نبی کی زندگی ہمارے لئے اسوہ ہے

آج ہمارے معاشرہ میں کیا ہورہا ہے؟ دوسرا بھوکا مرجائے، ہمارا پیٹ بھر جائے، دوسرے کا چراغ بجھ جائے، ہمارا چراغ جل جائے، دوسرے کا گھر اجڑ

جائے اور ہمارا گھر آباد ہو جائے، دوسرا روزی روٹی کا محتاج ہو جائے اور ہمیں روزی روٹی مل جائے، آج فکر اپنی ہے، حالانکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ہم سب کے لئے ایک آئیڈیل اور اسوہ ہے "لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ" (۱) اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ہمارے لئے اسوہ ہے، پیدائش سے لے کر بچپن تک، پھر جوانی تک، پھر نبوت تک اور نبوت کے بعد سے وصال تک آپ کی زندگی کھلی کتاب کی طرح ہمارے سامنے ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بچپن کی زندگی بھی ہمارے سامنے ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا شباب بھی سامنے ہے، جس جوانی کے اندر اکثر جوان بے راہ روی کا راستہ اختیار کرتے ہیں، راستہ بھٹک جاتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ زمانہ بھی ہمارے سامنے ہے۔

## نبی کی زندگی کا ہر گوشہ ہمارے سامنے ہے

پھر حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم جوان ہو جاتے ہیں، پچیس سال کے ہو جاتے ہیں، اس وقت کیسے کاروبار کیا، کیسے زندگی کے مسائل کو سمجھا؟ اور پچیس سالہ زندگی میں اور تھوڑی سی عمر میں کیسے مکہ والے ان کو صادق اور امین کہنے لگے؟ وہ زندگی بھی ہمارے سامنے ہے، چالیس سال کے بعد پیغمبری اور نبوت کا اعلان ہوتا ہے، وہ زندگی بھی ہمارے سامنے ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بچپن میں یتیم ہو گئے تھے، باپ تو پیدائش سے پہلے ہی فوت ہو چکے تھے، ماں چھ سال کی عمر میں گزر چکیں تھیں، اور دادا آٹھ سال کی عمر میں مر چکے تھے، وہ یتیمی کا زمانہ بھی ہمارے سامنے ہے، اور پھر جوان ہو کر شادی کے بعد ان کی زندگی کو دیکھئے کہ پچیس سال کا نوجوان چالیس سال کی عورت سے شادی کر رہا

(۱) سورۂ احزاب آیت ۲۱



ہے، تو وہ اللہ کے لئے کر رہا ہے یا اپنی خواہشات کے لئے کر رہا ہے؟ اس سے بھی سبق حاصل کیا جائے اور پھر پچیس سال کے بعد شادی کر کے پچیس سال حضرت خدیجہ کے ساتھ رہے، پھر حضرت خدیجہ کا ۶۵ر سال کی عمر میں انتقال ہوتا ہے، اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر پچاس سال تھی، اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مزید شادیاں کیں، اور ساری بیویاں بیوائیں تھیں یا مطلقہ، صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کنواری بیوی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا تھیں، جن سے ۶ر سال کی عمر میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح ہوا، اور ۹ر سال کی عمر میں رخصتی ہوئی، پھر وہ نو سال نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہیں۔(۱)

(۱) مشہور یہ ہے کہ حضرت عائشہؓ کا نکاح حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے چھ سال کی عمر میں ہوا اور رخصتی ۹ر سال کی عمر میں ہوئی، جمہور علماء ومحدثین کی یہی رائے ہے، علامہ سید سلیمان ندویؒ نے بھی یہی لکھا ہے، اور سیرت عائشہ میں ''حضرت عائشہ کی عمر پر تحقیق'' کا مضمون بھی شامل کیا ہے، جس میں علامہ نے دلائل سے حضرت عائشہ کی یہی عمر ثابت کی ہے، مگر حال ہی میں علامہ حافظ قاری حبیب الرحمٰن صدیقی کاندھلوی نے ''عمر عائشہ پر ایک نظر'' نام سے ایک تحقیقی کتاب لکھی ہے، جو جناب عبدالرحمٰن ادیب نے ۱۶۳ر ملتانیان کیرانہ ضلع مظفر نگر یوپی سے شائع کی ہے، جس میں انہوں نے بڑے مدلل اور محقق طریقہ سے حضرت عائشہ کی عمر نکاح کے وقت ۱۶ر سال اور رخصتی کے وقت ۱۹ر سال ثابت کی ہے، اور اس سلسلہ میں انہوں نے ۲۴ر دلیلیں حدیث وتاریخ کی روشنی میں پیش کی ہیں، جس روایت سے ۶ر سال میں نکاح اور ۹ر سال کی عمر میں رخصتی نقل کی جاتی ہے وہ ہشام کی روایت ہے، جس پر انہوں نے کلام کیا ہے، اور ہشام کی اس روایت کے سلسلہ میں بتلایا ہے کہ یہ عراق میں اس وقت انہوں نے نقل کی جب ان کے حافظہ میں خرابی آ گئی تھی، ایک بات یہ بھی انہوں نے لکھی ہے کہ حضرت عائشہ اپنی بڑی بہن حضرت اسماء سے ۱۰ر سال چھوٹی ہیں، اور حضرت اسماء کی وفات سن ۷۳ھ میں سو سال کی عمر میں ہوئی، اس طرح ہجرت کے وقت حضرت اسماء ۲۷ر سال کی تھی اور حضرت عائشہ چونکہ ۱۰ر سال چھوٹی ہیں، اس لئے وہ ہجرت کے وقت ۱۷ر سال کی تھی، تو رخصتی کے وقت انیس سال کی تھی، ایک بات اور لکھی ہے کہ اب تک ہم بھی یہی سمجھتے اور کہتے رہے کہ گرم جگہوں پر بچیاں جلدی بالغ ہو جاتی ہیں، مگر ہمیں آج تک تاریخ میں کہیں نہیں ملا کہ فلاں نے اپنی بچی کی شادی یا رخصتی ۹ر سال کی عمر میں کی ہو، کسی محدث، فقیہ اور عالم کے بارے میں بھی معلوم نہیں ہوا کہ اس نے اس سنت پر عمل کیا ہو، یہ دراصل ہشام سے غلطی ہوئی اور ۱۶ر اور ۱۹ر میں سے غلطی سے دس حذف ہو گیا اور سبھی لوگ ان سے اسی طرح روایت کرنے لگے۔ واللہ اعلم بالصواب

حضورا کرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جتنی بھی شادیاں کی ہیں، سب اللہ کے حکم سے کی ہیں، اپنی مرضی سے نہیں کی، اور مختلف خاندانوں اور قبیلوں میں اس وجہ سے شادیاں کیں تا کہ وہ مختلف خاندانوں میں جا کر دین کو پہنچا سکیں اور مختلف قبیلوں کے لوگوں سے تعلق اور جوڑ ہو، اور وہ اسلام کے معاون ہوں۔

## نبی کی گھریلو زندگی کا دین لوگوں تک کیسے پہنچا؟

اب دین کا جو حصہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی گھر سے باہر کی زندگی کا ہے، وہ تو عام صحابہ کے ذریعہ سے ہم تک پہنچا ہے؛ لیکن گھریلو زندگی کا دین ہم تک کیسے پہنچا ہے؟ حضورا کرم صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں کیا کرتے تھے؟ کس طریقے سے زندگی گزارتے تھے؟ یہ سب باتیں امہات المومنین کے ذریعہ سے پہنچیں، حضورا کرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا ہر گوشہ ہمارے سامنے ہے، جو عام زندگی کا ہے وہ بھی، جو تنہائی کا ہے وہ بھی، بازار کا ہے وہ بھی، جنگوں کا ہے وہ بھی، کوئی چھپا ہوا نہیں، اسی لئے تو دین مکمل ہے، اور اللہ نے قرآن کریم میں یہ فرمایا کہ اللہ کے رسول کی زندگی میں تمہارے لئے مکمل آئیڈیل اور نمونہ ہے، آئیڈیل اور نمونہ وہی ہو سکتا ہے جس کی زندگی کا ہر ہر گوشہ محفوظ ہو، جس کی زندگی کا ہر ہر مرحلہ، ہر ہر مسئلہ ہمارے سامنے ہو، وہی تو آئیڈیل ہو سکتا ہے۔

## نبی کا ہر عمل محفوظ ہے

اسی لئے حضورا کرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا ہر مسئلہ ہمارے سامنے موجود ہے، کتابوں میں مذکور ہے، تاریخ میں محفوظ ہے، حضور کی پیدائش کے وقت کی خرق عادت



باتیں، آپ کی رضاعت اور بچپن اور آپ کی جوانی سب محفوظ ہے، آپ ایک شوہر کی حیثیت سے کس طرح رہے، اس سلسلہ کی سب باتیں محفوظ، آپ ایک باپ کی حیثیت سے کیسے رہے، یہ سب محفوظ، آپ ایک رسول ایک پیغمبر ایک عامل اور ایک قائد بلکہ ایک حاکم کی حیثیت سے کیسے امت کے ساتھ رہے، یہ سب محفوظ ہے، پوری انسانی تاریخ میں دنیا کے کسی انسان کا پورا سراپا، پوری زندگی کا معاملہ محفوظ نہیں، سوائے حضورا کرم صلی اللہ علیہ وسلم کے، حضورا کرم صلی اللہ علیہ وسلم ہی ایسی ذات ہیں کہ ان کی زندگی کا ہر عمل جو گھر کے اندر کیا ہے وہ بھی محفوظ، جو بازار میں کیا ہے وہ بھی محفوظ، بیویوں کے ساتھ جو باتیں کیں ہیں وہ بھی محفوظ اور بچوں کے ساتھ جو باتیں کی ہیں وہ بھی محفوظ، مسجد میں جو تقریریں کیں وہ بھی محفوظ، اس طرح اللہ تعالی نے دین کی حفاظت کا بندوبست کیا اور چونکہ حضورا کرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی طرف سے کچھ نہیں بولتے تھے "وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ يُوْحٰی "(۱) حضور صلی اللہ علیہ وسلم جو بھی فرماتے ہیں، وہ اللہ کی طرف سے وحی ہوتا ہے، حضورا کرم صلی اللہ علیہ وسلم جب تریسٹھ سال کے ہو جاتے ہیں، اور دین کی بھی تکمیل ہو جاتی ہے، زندگی و دنیا اور آخرت کے جتنے مسائل ہیں، سب کے سلسلہ میں اللہ تعالی کی ہدایات بندوں تک پہنچا دی جاتی ہیں، تو اللہ کی طرف سے اعلان ہو جاتا ہے کہ اب دین مکمل ہو گیا۔

## آج کے دن دین مکمل ہو گیا ہے

اللہ کی طرف سے قرآن میں آیت نازل ہوتی ہے "اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا" (۲) کہ آج میں نے

(۱) سورہ نجم آیت نمبر ۳ (۲) سورہ مائدہ آیت نمبر ۳

تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لئے میں نے دین اسلام کو پسند کر دیا، اور پسند کر کے اس سے میں راضی ہو گیا" "و رضیت لکم الاسلام دینا" یہ اعلان ہوا، اب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جو خاص صحابہ تھے، حضرت ابو بکر وغیرہ سمجھ گئے کہ اب دین مکمل ہو گیا، اور اب حضور کی جدائی کا وقت قریب ہے، اس طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نبوت کے بعد تیرہ سال مکہ میں اور دس سال مدینہ منورہ میں رہے اور تیئس سال میں پورا قرآن کریم نازل ہو گیا۔

## نبی کی آخری وصیت

سن ۱۰ ہجری میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر بہت اہم نصیحتیں کی تھیں، مثلاً ایمان کی، نماز کی اور غریبوں کے ساتھ مدد کرنے کی، عورتوں، ماتحتوں اور چھوٹوں کے ساتھ رحم کرنے کی، بڑوں کے ساتھ شفقت کا معاملہ کرنے کی، اور جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا وقت قریب آتا ہے تو "اَلصَّلَاۃُ اَلصَّلَاۃُ وَمَامَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ" جیسا پیغام آپ کی زبان مبارک سے نکلتا ہے، نماز، نماز اور اپنے ماتحتوں کے ساتھ ظلم نہ کیا جائے، یہ آخری کلام تھا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت کا۔

## آپ کی وفات

حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ۱۲/ربیع الاول ۱۱ھ پیر کے دن زوال کے بعد ہوئی، جس وقت جدائی کی گھڑی قریب آئی تو اس وقت آپ نے اوپر کی طرف نظر اٹھائی اور فرمایا "اَللّٰھُمَّ الرَّفِیْقُ الْاَعْلٰی" (بیشک سب سے اعلی اور برتر رفیق





کے پاس) یہ وہ آخری الفاظ تھے جو رحلت کے وقت آپ کی زبان مبارک سے نکلے، وفات کے وقت آپ کی عمر مبارک تریسٹھ سال تھی۔

## سیرت نبی اکرم پر مختصر روشنی

آج کا دن چونکہ ۱۲/ربیع الاول کا ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کا دن ہے، اور یہی وفات کا بھی دن ہے، اس مناسبت سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ تھوڑا سا تذکرہ ہو گیا ہے، اگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا پورا تذکرہ کیا جائے، اور زندگی کے ہر گوشہ کو تفصیل سے پیش کیا جائے تو پوری رات ہو جائے گی، کل کا پورا دن گزر جائے گا، لیکن حضور کا تذکرہ ختم نہ ہوگا، اس لئے تھوڑی تھوڑی باتیں آپ کو بتلا دیں تاکہ آپ کو معلوم ہو جائے کہ ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کیا تھی؟ ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیا تھے؟ جن کے ہم نام لیوا ہیں، جن کا ہم کلمہ پڑھتے ہیں، ان کی کیا حیثیت تھی، کیسی ان کی زندگی تھی اور کیسے وہ اللہ کے مقبول بندہ تھے، اور کیسے وہ اللہ کے پیغمبر تھے اور کس طریقہ سے انہوں نے اپنے کو دین پر نچھاور کیا؟ ابھی ذرا سا، ہلکا سا نمونہ پیش کیا ہے، یہ بیان کا چونکہ ہفتہ واری سلسلہ ہے، اس لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری سیرت مختلف انداز سے مختلف موقعوں پر انشاء اللہ ہمارے سامنے آتی رہے گی، تو آپ لوگ ہر بدھ کو آتے رہیں، اور شرکت کرتے رہیں، اللہ تبارک وتعالی ہمیں حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کو جاننے کی توفیق عطا فرمائے اور پھر صحیح اسلامی زندگی گزارنے کی ہمت وتوفیق عطا فرمائے۔